مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ بعض دیگر شرائط بھی ہیں جو بدن سے متعلق ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ عبادات میں مصروف رہنا (۲) لوگوں کو نفع پہنچانا (۳) افراط و تفریط کے درمیان اعتدال قائم کرنا، (۴) ہمیشہ باوضو رہنا (۵) ذکر و اذکار میں مصروف رہنا۔

مذکورہ بالا شرائط صُوَر مثالیہ کے ادراک کے لئے نفس انسانی کو آمادہ کرتی ہیں۔ اور یہ وہ اسباب ہیں جو انسان کو بام عروج پر لے جاتے ہیں۔

رحمت کی کارفرمائیوں کو (یعنی تاریخ کے عمل کو) سمجھنے کے لئے ان چند اصطلاحوں کے تجزیے اور تاویل کی ضرورت ہے جن کو شاہ صاحب نے مختلف مقامات وجود کے لئے استعمال کیا ہے ان میں سے پہلی اصطلاح "عالم مثال" ہے اس اصطلاح میں افلاطونی فلسفے کی جھلک تو ملتی ہے لیکن اس کا مفہوم ذرا بدلا ہوا ہے۔ کسی چیز کی مثال سے شاہ صاحب کوئی ایسا واحد اور منفرد جوہر مراد نہیں لیتے جس کا ایک ٹھوس اور مادی شکل میں ڈھل جانا اس چیز کے وجود کا باعث ہو۔ بلکہ وہ تو فرداً فرداً اس ایک چیز کی یا اس ایک چیز کی مثال کی بجائے "عالم مثال" کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے یہ بھی نسبت رکھتی ہے اور وہ بھی، بہرحال یہ عالم وہ جگہ ہے جہاں دنیا کے تمام حوادث روئے زمین پر نازل ہونے سے پہلے ہی نمودار ہوتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ بالفرض ایک تاریخی واقعہ دنیا میں پہلی جنوری ۱۹۶۵ء کی صبح میں ہونے والا ہے۔ شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ یہ (یا کوئی اور) واقعہ محض اتفاقی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس کا کوئی سبب ہوگا لیکن جس معنی میں اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے یہ لازم ہے کہ ہم اس واقعہ کے سبب کو کسی اکیلے یا اکہرے اور دور افتادہ جوہر سے تعبیر نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے مسبب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پورا نظام وجود اس واقعہ کا سبب ہے یعنی اس واقعہ کے ہونے سے پہلے، ساری کائنات کی جو سج دھج (۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء کے ختم پر) ہو گئی وہی اس واقعہ کا سبب ہو گی کائنات کی اس مستعد ہیئت کے اندر اس ہونے والے واقعے کے جو سر رشتے پائے جاتے ہیں ان کا مجموعہ (اس واقعہ کے حق میں بھی) عالم مثال ہے۔

(از ڈاکٹر صبیح احمد کمالی)

خانوادۂ شاہ ولی اللہ دہلوی کا تذکرہ

مولوی کریم الدین پانی پتی کے قلم سے

پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے

ابتدائیہ

مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۶۹ء) دہلی کالج (دہلی) کے نامور مدرس، مصنف اور صحافی تھے۔ انہوں نے اردو زبان میں بہت سی کتابیں لکھیں اور شائع کیں۔ کون ایسا پڑھا لکھا شخص ہے کہ ان کی مختصر مگر مشہور معروف اردو لغت "کریم اللغات" سے واقف نہ ہو۔ انہوں نے عربی اور اردو شعراء کے دو تذکرے بھی لکھے ہیں اردو شعراء کا تذکرہ "طبقات الشعراء ہند"[1] (طبع دہلی ۱۸۴۸ء) تو کہیں کہیں مل بھی جاتا ہے مگر عربی شعراء کا تذکرہ "تذکرہ فرائد الدہر" تو بالکل ناپید ہی ہے۔ اتفاق سے مولوی سید محمد بیدری[2]

---

[1] تذکرہ طبقات الشعراء ہند، مطبع العلوم مدرسہ دہلی سے ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا ہے اس میں شریک مصنف کی حیثیت سے "ایف. فیلن" کا نام بھی شامل ہے۔

[2] مولوی سید محمد بیدری (مورخ دکن) بیدر (دکن) کے قدیم رہنے والے ہیں تمام عمر دولت آصفیہ حیدرآباد (دکن) کے سررشتہ تعلیم میں گزری۔ ۱۹۶۲ء میں کراچی آئے ایک بیش قیمت کتب خانہ کے مالک ہیں جس میں نہایت اہم اور نادر مطبوعات و مخطوطات کا ذخیرہ ہے اس کے علاوہ شاہی فرامین، سندات، سکہ جات تصاویر اور اخبارات و رسائل کے پرانے فائل موجود ہیں بیدری صاحب کا یہ ذخیرہ بڑا قابل قدر ہے۔ بیدری صاحب بہت خلیق، متواضع اور علم دوست بزرگ ہیں۔

کے نادرذخیرۂ علمیہ میں یہ نایاب تذکرہ ہمیں دیکھنے کو ملا۔ اس میں تین سو ستانوے (۳۹۷) عربی شعرا کے حالات درج ہیں جن میں (۱۷) برصغیر پاک و ہند کے شاعر ہیں۔

مولوی کریم الدین نے بحیثیت عربی شعرا تذکرہ فرائد الدہر[۱] میں شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، اور ان کے خاندان کے نامور تلامذہ میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مولوی رشید الدین خاں دہلوی، مفتی صدرالدین خاں آزردہ، مولوی حسن احمد لکھنوی، مولانا مملوک العلی نانوتوی اور مولانا فضل حق خیرآبادی کے حالات لکھے ہیں[۲] اور مولوی کریم الدین نے اپنے دوسرے تذکرے طبقات الشعراء ہند میں اس خاندان کے اردو شعراء کی حیثیت سے شاہ اسمٰعیل شہید اور مولانا مملوک العلی اور مفتی صدرالدین آزردہ کا ذکر کیا ہے۔

مولوی کریم الدین شاہ ولی اللہ دہلوی کے صاحبزادگان سے قریب العہد اور بعض دوسرے حضرات کے ہم عصر[۳] ہیں اور اس خاندان سے بالواسطہ تلمذ کا تعلق بھی رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لکھے ہوئے حالات بہت قابل قدر ہیں۔ اگرچہ شاہ ولی اللہ کو بحیثیت اردو شاعر المتخلص بہ اشتیاق پیش کرنے میں مولوی کریم الدین کو سخت مغالطہ ہوا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے اساتذہ

---

۱ تذکرہ فرائد الدہر، مطبع العلوم مدرسہ دہلی سے ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا ہے۔

۲ ان نو حضرات کے علاوہ ہندوستانی شعراء میں سراج الدین علی خاں آرزو، علی حزیں اوحد الدین بلگرامی (کریم الدین نے وحید الدین نام لکھا ہے جو غلط ہے) انشاءاللہ خاں انشاؔ، مولوی اکبر شاہ کابلی۔ مفتی امراللہ خاں۔ غلام علی آزاد بلگرامی۔ احمد عرب شروانی کے حالات لکھے ہیں۔

۳ مولوی کریم الدین بن شیخ سراج الدین، پانی پت میں ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے (طبقات الشعراء ہند از مولوی کریم الدین و ایف فیلن ص ۴۷۳ مطبع العلوم مدرسہ دہلی ۱۸۴۸ء)

مولانا مملوک العلی نانوتوی اور مفتی صدالدین آزردہ کے حالات عقیدہ کی زبان میں لکھے ہیں۔ مصنف کی زبان پرانی بلکہ بعض جگہ تو بے ربط اور اکھڑی اکھڑی ہے۔

ہم نے ان دونوں تذکروں سے خانوادہ ولی اللہی کے حالات اقتباس کرکے[1] ضروری حواشی و تعلیقات کا اضافہ کردیا ہے اور بعض حضرات کے حالات حاشئے میں لکھ دیئے ہیں۔ امید کہ ناظرین "الرحیم" اس "دریافت" کو دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں گے۔

محمد ایوب قادری

شاہ ولی اللہ دہلوی

شیخ احمد ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم دہلوی، اوس شیخ اور استاد کامل اور عالم اجل پر اللہ تعالے کی بڑی عنایت اور نوازش تھی کیونکہ اوس کو فیض علوم کثیرہ اور فنون جدیدہ کا ایسا ہوا اور ایسا بابرکت وہ شخص تھا کہ آج کے دن تک بسبب تصانیف تفاسیر اور کتب حدیث اور اوراد و وظیفہ وغیرہ کے تمام ہندوستان میں فیض عام اوس سے ہوا[2] اوس فاضل کی تصنیفات سے اور فاضلوں کی رہنمائی ہوئی اوس کو اگر امام ائمہ منقول کہوں تو بجا ہے۔ اور اگر فضلاء معقول کہوں تو سزا ہے۔

انہوں نے درمیان شاہ جہاں آباد کے پیدائش پائی۔[3] اصل اون کی سرہند ہے شیخ ظہور الدین حاتم جو کہ ایک شاعر اردو گو گزرا ہے وہ ان کا ہم عصر تھا، یہ شخص مرد متوکل، پارسا، عالم، عامل

---

[1] عربی کے اشعار قصائد جو کریم الدین پانی پتی نے جو بطور نمونہ نقل کئے تھے — وہ طوالت کی وجہ سے ہم نے ان حالات میں شامل نہیں کئے ہیں۔

[2] شاہ ولی اللہ کی تصانیف کی تفصیلی فہرست کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری ص ۲۰ تا ۲۲، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد

[3] شاہ ولی اللہ کی پیدائش انکی ننہال قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر (یوپی انڈیا) میں ۴ شوال ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء کو ہوئی۔

شغول بحق تھے چونکہ طبیعت موزوں اور سلیم رکھتے تھے اس لئے اکثر قصائد عربی اور عبارت عربیہ نثر اور نظم اور کبھی کبھی اشعار اردو بھی کہتے تھے اشعار اردو میں اشتیاق ان کا تخلص ہے۔[1] آج کے زمانہ تک بسبب علم تفسیر اور حدیث اور فضیلت کے انکے نام کی ہندمیں دھوم ہوئی ہے احمد عربی[2]

---

[1] مولوی کریم الدین کو اس سلسلہ میں سخت مغالطہ ہوا ہے کہ انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بن عبدالرحیم کو ولی اللہ المتخلص بہ اشتیاق سرہندی سمجھ لیا ہے، اور ان کو یہ دھوکا مرزا علی لطف کے تذکرہ گلشن ہند کی وجہ سے ہوا کیونکہ سب سے پہلے یہ مغالطہ لطف کو ہوا اور اس کے بعد مولوی کریم الدین نیز دوسرے تذکرہ نویسوں نے اس کا اعادہ کیا۔ ورنہ میر تقی میر نے نکات الشعراء ص ۹۶ (مطبوعہ اورنگ آباد دکن ۱۹۳۵ء) فتح علی گردیزی نے تذکرہ ریختہ گویاں ص ۸ (مطبوعہ اورنگ آباد ۱۹۳۳ء) اور قائم چاندپوری نے مخزن نکات ص ۸ (مطبوعہ اورنگ آباد ۱۹۲۹ء) اور میر حسن نے تذکرہ شعرائے اردو ص ۸ (مطبوعہ اورنگ آباد ۱۹۲۲ء) میں صاف صاف ولی اللہ اشتیاق سرہندی کے حالات لکھے ہیں۔ قائم کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتیاق سرہندی کا انتقال ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا انتقال ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوا ہے لہٰذا دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ اور اشتیاق تخلص حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کا نہیں ہے۔

[2] شیخ احمد عرب یمنی شروانی ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے تحصیل علم محسن نخعی، بہاء الدین عاملی، علی زبیری ابراہیم صنعائی وغیرہ سے کی مذہباً شیعہ اور عربی کے ادیب شہیر تھے برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں رہتے تھے اور انگریزوں کو عربی پڑھاتے تھے۔ ان کی تصنیفات عجب العجاب، حدیقۃ الافراح، جوہر الوقاد اور نفحۃ الیمن مدارس میں داخل نصاب ہوئیں۔ آخرالذکر کتاب کو آج تک عربی مدارس میں داخل نصاب ہے۔ گورنر جنرل کے ایماء پر وہ غازی الدین حیدر کے مصاحب ہوئے اور ان کی تعریف میں ایک کتاب مناقب حیدریہ لکھی۔ انہوں نے لکھنؤ میں سید اسمعیل خاں مرشدآبادی کی لڑکی سے نکاح کیا۔ غازی الدین حیدر کے انتقال کے بعد وہ بنارس میں رہے۔ اور پھر انگریزوں کے مشورہ سے نواب جہانگیر محمد خاں والی بھوپال کے اتالیق مقرر ہوئے۔ (باقی حاشیہ ص ۶۲ پر)

اپنی کتاب[1] میں لکھتا ہے کہ شیخ ولی اللہ کی تصنیف سے ایک کتاب قرۃ العین فی ابطال شہادۃ حسین ہے دوسری جنت العالیہ فی مناقب معاویہ، مگر مجھ کو یقین نہیں آتا کہ ایسے فاضل زبردست نے یہ کتابیں اس طور کی تصنیف کی ہوں۔ گرچہ دیکھنے میں نہیں آئیں مگر چند لوگوں نے یہ حال لکھا ہے۔ اور زبانی بھی اکثر عوام و خواص کے سننے میں آیا۔ چنانچہ لطف نے بھی اپنے تذکرہ میں یہی لکھا ہے[2]۔ واللہ اعلم

ایک ترجمہ قرآن شریف کا فارسی بہت اچھا ان کی تصنیف سے ہے محمد شاہ بادشاہ کی عملداری انہوں نے دیکھی تھی[3]۔ یہی جناب مولوی شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کے والد ماجد ہیں اور کتابیں بھی ان کی تصنیف سے دہلی میں موجود ہیں یہ قصیدہ مدح نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں انہوں نے لکھا ہے اس قصیدہ کا چھپنا بسبب ضرورت کے بہت مناسب ہے لہذا تمام لکھا جاتا ہے[4]۔

(تذکرہ فرائد الدہر — ۳۷۶)

(بقیہ حاشیہ) اور ایک کتاب شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال لکھی۔ احمد شروانی کا انتقال یونا میں ۱۹ر ربیع الاول ۱۲۵۶ھ (۲۱ مئی ۱۸۴۰ء) کو ہوا۔ مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ منہج البیان، الشافی زاد بحر النفائس بھی ان کی تصانیف ہیں۔ محمد عباس شروانی (ف ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷-۸ء) ان کے نامور اور صاحب تصانیف فرزند تھے (ملاحظہ ہو تاریخ آل اعجاز۔ از محمد عباس شروانی ص ۱۱۸۔ ص ۱۱۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۵ھ)

[1] مولوی کریم الدین نے کتاب کی نشان دہی نہیں کی کہ احمد شروانی نے اپنی کس کتاب میں یہ بات لکھی ہے۔

[2] مرزا علی لطف مولف تذکرہ گلشن ہند

[3] شاہ ولی اللہ دہلوی اورنگ زیب عالمگیر (ف ۱۱۱۸ھ) کے عہد میں پیدا ہوئے انہوں نے معزالدین جہاندار شاہ، فرخ سیر، رفیع الدرجات، رفیع الدولہ، محمد شاہ، احمد شاہ کا زمانہ دیکھا۔ عالمگیر ثانی کے عہد میں شاہ ولی اللہ کا انتقال ۲۹ر محرم ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوا۔

[4] اس قصیدہ بائیہ کا نام "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" ہے یہ قصیدہ متعدد بار چھپ چکا ہے۔ ہمارے پیش نظر مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ کا مطبوعہ ہے اس کے ساتھ شاہ صاحب کے دوسرے ہمزیہ، تائیہ اور لامیہ قصیدے بھی شامل ہیں۔

اشتیاق تخلص شاہ ولی اللہ نام، کہتے ہیں کہ وہ پیرزادہ رہنے والا سرہند کا تھا۔ صاحب مجدد الف ثانی کی نسل سے شاہ محمد کے پوتے ہیں۔ شیخ ظہور الدین حاتم کے معاصرین میں سے تھے مرد متوکل مشغول بحق عالم کامل فاضل بے بدل تھے۔ چونکہ طبیعت موزوں رکھتے تھے اس لئے گاہ گاہ فکر ریختہ بھی کیا کرتے تھے[1]

علم تفسیر اور حدیث کا ان کو بہت شوق تھا۔ آج تک درمیان ہندوستان کے ان کے عالم بے بدل ہونے کا شہرہ ہے۔ لطف کہتا ہے کہ قرۃ العین فی ابطال شہادت حسین اس فاضل کی تصنیف سے ہے اور ایک کتاب جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ سے انہوں نے تصنیف کی ہے[2] مگر بعضے ثقہ کی زبانی یہ سننے میں آیا ہے کہ یہ صرف ان پہ بہتان ہے انہوں نے یہ دونوں تصنیف نہیں کی ہیں اور نہ ان کے خاندان میں یہ کتابیں موجود ہیں۔

ایک ترجمہ قرآن شریف کا فارسی زبان میں انہوں نے بہت اچھا تصنیف کیا ہے اکثر نکات مشکلہ اور دیگر اس میں موجود ہیں۔ یہ صاحب مولوی شاہ عبدالعزیز کے والد مرحوم ہیں۔

(طبقات الشعراء ہند ص۱۵۲)

شاہ عبدالعزیز دہلوی

شیخ عبدالعزیز احمد ولی اللہ دہلوی، سلطان اقلیم معانی کا اور مالک ازمۂ بیان کا اور بدیع ثانی اس فاضل بزرگ کی تعریف میں جتنا کچھ لکھوں بہت کم ہے اگر یہ کہوں کہ وہ سب ذکیوں اور عالموں

---

[1] یہ عبارت طبقات الشعراء ہند مؤلفہ کریم الدین اور ایف فیلن سے ماخوذ ہے اس کی تردید پیچھے کی جا چکی ہے۔

[2] مولوی کریم الدین نے تذکرہ فرائد الدہر میں ان کتابوں کی معلومات کا ماخذ شیخ احمد عرب کی کتاب کو قرار دیا ہے اور یہاں مرزا علی لطف مؤلف تذکرہ گلشن ہند بتایا ہے پھر یہاں مولوی کریم اللہ نے پرزور تردید بھی کی ہے اس بات کی تردید مولانا شبلی نعمانی (ف ۱۹۱۴ء) اور بابائے اردو مولوی عبدالحق (ف ۱۹۶۱ء) نے کی ہے ملاحظہ ہو تذکرہ گلشن ہند از مرزا علی لطف، تصحیح و حاشیہ شمس العلماء شبلی نعمانی (مقدمہ از مولوی عبدالحق ص۲۴۔ ص۲۵ (حیدرآباد دکن ۱۹۰۶ء)

بادشاہ تھا تو بجا ہے اگر یہ کہوں کہ عابد اور متقی اور پارسا اور نیک اس کے دروازے کی چوکھٹ چومنے والے جاتے تھے تو سزا ہے تصنیفات اس فاضل بے نظیر کی تعداد سے باہر ہیں۔ ایک دیوان عربی اس فاضل کا موجود ہے[1]

اکثر لوگوں کے پاس شاہجہاں آباد میں جو رسالے اس کے بے انتہا مشہور ہیں نظم و نثر کا ٹھکانا نہیں کہ کتنے کچھ مسودات پڑے ہوئے ہیں۔ ایک کتاب تحفہ رد روافض میں اس فاضل کی تالیف سے ہے[2] اس کتاب کو فارسی زبان میں اور کتب عربیہ وغیرہ اور اپنی یادداشت سے تصنیف کرکے لکھی ہے جس کا جواب شیعہ لوگ آج تک لکھ رہے ہیں[3]

۱؎ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی فہرست تصانیف فتح العزیز، فتاوائے عزیزی، تحفۂ اثنا عشریہ، بستان المحدثین، عجالۂ نافعہ، رسالہ فیما یجب حفظہ المناظر، میزان البلاغت، میزان الکلام، السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل، سر الشہادتین، رسالہ الساب، رسالہ تحقیق الرویا، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، حاشیہ میر زاہد شرح مواقف، حاشیہ عزیزیہ بر حاشیہ ملا کوسج، حاشیہ شرح ہدایت الحکمۃ، شرح ارجوزہ اصمعی، مجموعہ مکاتیب، تخمیس بر قصائد شاہ ولی اللہ (بائیہ و ہمزیہ) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۲۷۳ تا ۲۷۴) عزۃ الراشدین (نجوم السار ص ۳۵۹) سنگیت شاستر (معارف دسمبر ۱۹۶۲ء) کے نام ملتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کے تین رسالے، السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل، عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس اور رسالہ وسیلۃ النجات ایک مجموعہ کی شکل میں "فضائل صحابہ و اہل بیت" کے نام سے (پاک اکیڈمی ۱۲۱۱ وحید آباد کراچی ۱۸) نے شائع کیا ہے اس مجموعہ میں شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کے مکاتیب بھی شامل ہیں۔

۲؎ تحفۂ اثنا عشریہ سنہ ۱۲۰۴ھ میں تصنیف ہوئی (ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۔ پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

۳؎ تحفۂ اثنا عشریہ ۹۰ - ۱۷۸۹ء کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد دہلوی (ف سنہ ۱۲۳۵ھ) نے سب سے پہلے نزہت اثنا عشریہ سنہ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں لکھی جس کا جواب شاہ عبدالعزیز نے عزۃ الراشدین سے دیا۔ عزۃ الراشدین کا جواب حکیم باقر علی خاں اور دوسرے شیعہ علماء نے لکھا (باقی حاشیہ ص ۵۵ پر)

جس کا ارادہ اس کتاب کو دیکھنے کا ہو مطالعہ کرے۔ بالفعل کلکتہ میں چھپ بھی گئی ہے[1]

ہر ہفتہ میں دو دفعہ یعنی منگل اور جمعہ کو درمیان دہلی کے کوچہ چیلوں میں پرانے مدرسہ میں وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں، بہت فاضل دہلی کے داخل درس ہوتے اور اشارے اور نکات قرآن عظیم کے سن کر فائدہ اٹھاتے۔ بہت کتابیں انہوں نے درباب مذہب امام ابو حنیفہ کے تصنیف کی ہیں۔ انشاء عربی بھی ان کی بہت اچھی ہے۔ ایک خط سید علامہ حسین کو جو لندن میں رہتا تھا اس فاضل بے عدیل نے درمیان ۱۲۲۸ھ کے لکھا تھا۔ وہ داخل کتاب عجب العجاب ہے[2] جس کا جی چاہے دیکھ لے اس کے اول کے یہ شعر ہیں چونکہ ان کے شعر بہت ہیں اس لئے بہت لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں

(تذکرہ فرائد الدہر ص ۳۹)

(بقیہ حاشیہ ص ۵۴) سید دلدار علی (ف ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) نے تحفہ کے رد میں چھ کتابیں۔ ۱۔ صوارم الٰہیات۔ ۲۔ حسام الاسلام۔ ۳۔ احیاء السنہ (۴) رسالہ ذوالفقار (۵) کتاب صوارم اور رسالہ غیبت لکھیں، اور ان کے فرزند سید محمد (ف ۱۸۶۷ء) نے تحفہ کے رد میں دو رسالے البوارق فی بحث الامامۃ وطعن الرماح فی بحث فدک والقرطاس لکھے۔ اور ان کے تلمیذ مفتی سید محمد قلی خاں کشوری نے (ف ۱۲۶۰ھ) تحفہ کے پہلے باب کے رد میں سیف ناصری، دوسرے باب کے رد میں تقلیب المکائد، ساتویں باب کے رد میں برہان السعادت اور آٹھویں باب کے رد میں تشیید المطاعن وکشف الضغائن اور گیارھویں باب کے رد میں مصارع الافہام لکھیں۔ مفتی کشوری کے فرزند مفتی حامد حسین (ف ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) نے اپنی تمام عمر تحفہ کے رد میں صرف کر دی حکیم عبدالحیؒ لکھتے ہیں" فانہ صرف عمرہ فی الرد علی التحفہ" (ملاحظہ ہو فضائل صحابہ واہل بیت از شاہ عبدالعزیز دہلوی (مقدمہ از محمد ایوب قادری ص ۸۱۔ ۸۴) پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۵ء)

[1] تحفہ اثنا عشریہ سب سے پہلی مرتبہ ٹائپ میں کلکتہ میں ۱۲۱۵ھ میں طبع ہوئی۔

[2] عجب اللعجاب، احمد شروانی کے عربی مکتوبات کا مجموعہ اس میں کوئی خط علامہ حسین لندن کے نام نہیں ہے البتہ شاہ عبدالعزیز کا خط خود احمد شروانی کے نام شامل کتاب ہے ملاحظہ ہو عجب العجاب ص ۶۵ تا ۷۲ (مطبوعہ مطبع محمدی ۱۲۸۱ھ)

شاہ رفیع الدین

مولوی رفیع الدین فرزند ارجمند شاہ ولی اللہ دہلوی[1] بھائی مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب یہ شخص بہت ذہن رسا اور طاقت عربیہ اور ادب میں بے انتہا رکھتا تھا۔ بڑا عالم گزرا ہے۔ انہوں نے اکثر قصیدہ اور خمسہ اور مسدس عربی میں لکھے ہیں۔ ایک ترجمہ قرآن شریف کا بھی ان کا ہے فائدہ اس کے بہت مشہور ہیں، اس فاضل نے اپنے اوقات اکثر کاروبار دنیا میں اور عبادت اور درس و تدریس میں تقسیم کر رکھے تھے تمام ہمسایہ ان فاضل کے بہت شکر گزار اس کے تھے۔ علم بھی اس کو بہت تھا اکثر قصائد شاہ ولی اللہ[2] کے جمع اس فاضل نے کئے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک خمسہ اسی فاضل کا کیا ہوا ہے اس قصیدہ پر جو شاہ ولی اللہ نے شیخ بوعلی سینا کے قصیدہ کے جواب میں لکھا ہے۔ شیخ بوعلی سینا نے ایک قصیدہ اس باب میں لکھا کہ نفس کیا شے ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس فاضل نے اس کا جواب دیا ہے۔ مولوی رفیع الدین صاحب نے اس کا خمسہ کیا ہے وہ خمسہ یہ ہے[3]

---

[1] اصل مطبوعہ نسخہ تذکرہ فرائد الدہر میں شاہ ولی اللہ کی بجائے شاہ عبدالرحیم لکھا ہے جو غلط ہے

[2] مولف مولوی کریم الدین پانی پتی نے غلطی سے یہاں شاہ ولی اللہ کی بجائے ان کے والد شیخ عبدالرحیم کا نام لکھ دیا ہے۔

[3] شاہ ولی اللہ نے شیخ بوعلی سینا کے قصیدہ کا جواب لکھا ہے۔ مولوی کریم الدین نے یہاں بھی غلطی سے شیخ عبدالرحیم لکھ دیا ہے۔

[4] یہ خمسہ ابھی حال میں شاہ رفیع الدین کی کتاب "اسرار المحبۃ" میں شائع ہو گیا ہے جسے مولوی عبدالحمید سواتی نے اپنے مقدمہ اور تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے (دیکھئے اسرار المحبۃ از شاہ رفیع الدین (مقدمہ و تصحیح) از مولوی عبدالحمید سواتی) ص ۱۴۷-۱۴۸۔
(مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۱۳۸۲ھ)

قریب اٹھارہ انیس برس ہوئے کہ اس جہان سے کوچ فرما کر جنت الماویٰ کو تشریف لے گئے[1]

(تذکرہ فرائد الدہر ص۲۱۳)

شاہ محمد اسمٰعیل دہلویؒ

مولوی محمد اسمعیل، یہ صاحب عالم اور بہت دین دار اور سید احمد جو اس فرقہ کا بانی ہے اس کے بہت سرگرم مریدوں میں سے وہی ایک تھا۔ اس فرقہ کا نام طریقہ محمدیہ ہے اس فاضل زبردست نے ایک رسالہ تقویۃ الایمان اس فرقہ کی ہدایت کے لئے وہابیت کے طور پر لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مطلب اس مصنف کا مسلمانوں کے دلوں سے پرستش دلیوں اور بزرگوں کی دور کرنی اور بدعت اور روضہ کا طواف رد کرنا ارادہ تھا اور ایک خدا کو ماننا اور اس کا شرک کرنا مسائل بیان کئے ہوئے اسماعیل کے درست اور اسلام کے ہیں اکثر لوگ اصل مسائل کو مروجہ سے جو غلط ہیں تمیز کا فی نہیں کرتے۔

اس کی تصنیف سے ایک صراط المستقیم بھی ہے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے وہ بھتیجا شاہ عبدالعزیز صاحب کا تھا جو کہ سید احمد کا استاد ہے اکثر لوگ اس کو بہت مستعد اور عالم جانتے تھے، اسمعیل اور مولوی عبدالحی کے ہمراہ[2] سید احمد دہلی سے کلکتہ

---

[1] شاہ رفیع الدین ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء میں ہوا۔ ان کی تصانیف میں مقدمہ العلم، رسالہ عروض، کتاب التکمیل، قیامت نامہ، فتاویٰ شاہ رفیع الدین مجموعہ رسائل تسعہ، دفع الباطل، اسرار المحبت اور تفسیر آیۃ النور مشہور ہیں، آخر الذکر چاروں کتابیں مولانا عبدالحمید سواتی کے زیر اہتمام گجرانوالہ سے شائع ہوئی ہیں۔

[2] مولوی عبدالحیٰ بن شیخ ہبۃ اللہ بڈھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے داماد تھے علم و فضل کے اعتبار سے وہ ہندوستان کے نامور علماء میں شمار ہوتے تھے تفسیر میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز ان کو شیخ الاسلام لکھتے تھے۔ مولانا عبدالحیٰ سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ان ہی کے رنگ میں رنگ گئے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نہایت چست و مستعد رہتے تھے۔ (باقی ص۵۸ پر)

کو واسطے ادائے مناسک حج کے آیا تھا، اسمٰعیل اور یہ مولوی مکہ کو گئے ہمراہ سید احمد صاحب کے درمیان شروع ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے سمندر میں سوار ہوا۔ اور اس سال کے اکتوبر کے مہینے میں مراجعت کی بیس برس کا عرصہ ہوا کہ سکھوں سے جہاد کرکے شہید ہوئے[۱]

(طبقات الشعراء ہند ص۲۹۵)

مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رح

بڑا فاضل متبحر شاعر اور پرگو واعظ اور ادیب اور نیک بخت گزرا ہے اپنے سب اقران اور اتراب سے فوقیت رکھتا تھا نثر بھی بہت اچھی لکھتا تھا۔ ایک خط عربی

(بقیہ حاشیہ) انہوں نے سید احمد شہید کی تحریک جہاد میں بہت سرگرمی سے حصہ لیا۔ حجاز میں اہل عرب کے لئے انہوں نے صراط مستقیم کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ ۸۔ شعبان ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۸ء کو عارضہ بواسیر میں انتقال ہوا۔

ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (رحمٰن علی) مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری ص ۲۸۶ ۔ ۲۸۷ (کراچی ۱۹۶۱ء)

[۱] شاہ اسمٰعیل شہید کا حال صیغۂ واحد غائب میں تحریر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طبقات الشعراء ہند (از کریم الدین و ایف۔ فیلن) کا اصل ماخذ گارساں دتاسی کی تاریخ ادب اردو (جلد اول ہے) گارساں دتاسی نے جس انداز میں شاہ اسمٰعیل شہید کا حال لکھا ہے وہی یہاں نقل کر دیا گیا ہے۔

شاہ اسماعیل شہید ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو میدان جہاد (بالاکوٹ) میں شہید ہوئے۔

زبان میں قاضی القضاۃ محمد نجم الدین[1] خاں کو اس نے لکھا تھا جس کے ان کے یہ دو شعر اس کے لکھے ہوئے تھے۔

صبا بلغ ریاحین السلام　　بذل و ابتهال و التحامی

الی من فاق نجم الخلق فضلا　　الی نجم الھدیٰ بدر الظلام

وہ قصبہ کاندھلہ سکونت پذیر تھا بہت کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے اردو زبان کے اور فارسی اور عربیہ میں بھی ترویج مذہب امام ابو حنیفہ میں اس کے مشہور ہیں[2] میں نے اپنے استاد عالم خفی وجلی جناب مولانا مملوک العلی مدظلہ سے یہ سنا ہے کہ مولوی الٰہی بخش مذکور ۱۲۴۲ھ کے اسی حدود میں فوت ہوئے[3] (تذکرہ فرائد الدہر ص ۳۸۷)

مولوی رشید الدین خاں دہلوی

مولوی محمد رشید الدین خاں فاضل کامل اور عامل با عمل گزرے ہیں۔ وہ مدرس اول مدرسہ دہلی عربی کے تھے انہوں نے مولوی شاہ عبد العزیز قدس سرہ سے تعلیم پائی اور ہر ایک علم پر بہت قادر تھے خصوصاً علم ریاضی میں بڑی دست قدرت تھی اور معقولات کے امام تھے ان کی تالیفات سے کئی کتابیں ہیں۔ ازاں جملہ ایک شرح تشریح الافلاک کی علم ہیئت میں انہوں نے لکھی ہے بندہ نے خوب سیر اس کی کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرح خلاصہ شرح مولوی عصمت سہارنپوری کا ہے

---

[1] نجم الدین خاں کاکوروی بن ملا حمید الدین، کلکتہ کی عدالت کے قاضی القضاۃ رہے تدریس و تعلیم کا شغل بھی جاری رہا۔ کئی بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "انموذج" مشہور ہے۔ ۲۳ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ (تذکرہ علمائے ہند ص ۹-۵-۱۲-۵)

[2] مفتی الٰہی بخش کاندھلوی صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ مولف حالات مشائخ کاندھلہ نے ان کی ۴۳ تصانیف کا تعارف اپنی کتاب میں کرایا ہے مفتی صاحب نے ۷ درسی کتابوں پر حواشی لکھے ہیں ملاحظہ ہو "حالات مشائخ کاندھلہ" از احتشام الحسن ص ۱۲۵ - ۱۳۰ (ادارہ اشاعت دینیات دہلی ۱۳۸۳ھ)

[3] مفتی الٰہی بخش کا انتقال ۱۵ جمادی الآخر ۱۲۴۵ھ کو ہوا۔ (حالات مشائخ کاندھلہ ص ۱۱۲)

جو بہت بڑی ایک شرح ہے بعد تطبیق عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ شرح عصمت سے اس فاضل نے مختصر کی ہے اور ایک رد روافض علم کلام میں مولوی دلدار علی کے اور لکھنؤ والوں کے جواب میں انہوں نے لکھی ہے جو تحفہ کے جواب میں اہل شیعہ نے جواب لکھے ہیں۔ اس کتاب میں اصل متن تحفہ کا مع اس کے اعتراضات کے لکھ کر اپنے جوابات ثبت کئے ہیں۔ ایک رد متعہ میں کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام صولۃ الضیغم رکھا ہے۔ یہ کتاب مولوی مملوک العلی مدرس اول حال مدرسہ دہلی کے پاس خاطر سے تصنیف کی تھی اور مسودات ان کے بہت ہیں اور ان کے ہاتھ کی کتابیں بھی بہت لکھی ہوئی ہیں۔ اس جائے آدمی کی عقل حیران ہے کہ باوجود اس کثرت علم اور شغل درس اور تدریس اور تصنیف و تالیف کے کتابیں بھی انہوں نے لکھی ہیں۔

مدت سے دل میں وہ ارادہ حج کعبۃ اللہ کا رکھتے تھے مگر افسوس کہ نصیب نہ ہوا جب جانے لگے ان کو بیماری مہلک عارض ہوئی۔ ڈیڑھ مہینے تقریباً بیمار رہے بیس برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ اس جہان فانی سے رحلت کی درمیان ۱۸۲۷ء کے، ان کی تصنیف سے ایک خط عربی زبان کا میرے ہاتھ آیا ہے جو کہ انہوں نے مفتی صدرالدین خاں بہادر صدرالصدور دہلی کو لکھا تھا۔ [۱] (مسلسل)

(تذکرۃ فرائد الدہر ص۱۰۲)

---

[۱] مولوی رشید الدین خاں بن امین الدین، مفتی صدرالدین خاں آزردہ کے رشتہ دار تھے۔ مسئلہ متعہ کے متعلق لکھنؤ کے شیعہ علماء کے جواب میں ایک کتاب الصولۃ الغضنفریہ تحریر فرمائی ان کی دوسری مشہور کتاب خوات عمریہ ہے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی لائبریری (شیفتہ کلیکشن) میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ ایضاح لطافۃ المقال، تفضیل الاصحاب اور اعانۃ الموحدین واہانۃ الملحدین (راجا رام موہن رائے کے رسالہ کا رد) بھی ان سے یادگار ہیں بقول صاحب نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۱۷۸ – ۱۲۴۳ھ ۱۸۲۷ء میں انتقال ہوا۔